بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سلسلۂ اشاعت ۱۱۵ رمضان ۱۴۱۲ھ

ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوتی ہیں

طلاق اور احناف

احناف کے نزدیک طلاق کی تین قسمیں ہیں :-

① اَحۡسَن
② حَسَن
③ بِدۡعِی

۱۔ اَحسن کی تعریف

فَالۡاَحۡسَنُ اَنۡ یُّطَلِّقَ الرَّجُلُ امۡرَاَتَہٗ تَطۡلِیۡقَۃً وَّاحِدَۃً فِیۡ طُھۡرٍ لَمۡ یُجَامِعۡھَا فِیۡہِ وَیَتۡرُکَھَا حَتّٰی تَنۡقَضِیَ عِدَّتُھَا (ہدایۃ کتاب الطلاق باب طلاق السنۃ جلد ۲ ص۳۵۴)

احسن طلاق یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایک پاکی کے زمانہ میں جس پاکی کے زمانہ میں اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو طلاق دے اور پھر اُسے چھوڑ دے یہانتک کہ عدّت گذر جائے۔

۲۔ حَسن کی تعریف

وَالۡحَسَنُ ھُوَ الطَّلَاقُ السُّنَّۃِ وَھُوَ اَنۡ یُّطَلِّقَ الۡمَدۡخُوۡلَ بِھَا ثَلٰثًا فِیۡ

حسن طلاق (اور) وہ (بھی) سنّت ہے یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جس سے اس نے جماع کیا ہو تین

ثَلٰثَۃَ اَطْہَارٍ (ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۵۴) — پاکی کے زمانوں میں تین طلاق دے۔

۳۔ بدعی کی تعریف

وَطَلَاقُ الْبِدْعَۃِ اَنْ یُّطَلِّقَھَا ثَلَاثًا بِکَلِمَۃٍ وَّاحِدَۃٍ اَوْ ثَلٰثًا فِیْ طُھْرٍ وَّاحِدٍ فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَکَانَ عَاصِیًا — اور طلاق بدعت یہ ہے کہ شوہر بیوی کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دے یا ایک طہر میں تین طلاق دے۔ یہ طلاق بھی واقع ہو جائیگی لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔

(ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۵۵)

قارئین کرام، آپ نے دیکھا: ایک طہر میں تین طلاق کو بدعت بھی کہتے ہیں اور پھر اس بدعت کو تسلیم بھی کرتے ہیں۔ بدعت تو ایسی چیز ہے کہ اسے مسترد کر دینا چاہیئے تھا نہ کہ تسلیم کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) — جو ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالے تو وہ نئی بات مسترد کر دی جائے گی۔

طلاقِ بدعی کو بدعت ہونے کی وجہ سے مسترد کر دینا چاہیئے تھا اور اسے صرف اس حد تک تسلیم کرنا چاہیئے تھا جس حد تک شوہر کو طلاق کے سلسلہ میں شریعت نے اختیار دیا ہے یعنی اُسے ایک سمجھنا چاہیئے تھا کیونکہ شریعت نے شوہر کو ایک طہر میں صرف ایک طلاق دینے کا اختیار دیا ہے (جیسا کہ آگے آ رہا ہے) لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا، بدعت بھی کہا اور تسلیم بھی کر لیا۔

الغرض پہلی دو طلاقیں یعنی اَحسن اور حَسن شریعت کے مطابق ہیں

لہٰذا وہ صحیح ہیں اور اسی وجہ سے احناف انہیں طلاق السنۃ کہتے ہیں لیکن تیسری طلاق خود ان کے کہنے کے مطابق بدعت ہے یعنی سنّت سے ثابت نہیں لہٰذا وہ باطل ہے۔ اُسے مسترد کر دینا چاہیئے۔

غور طلب احناف احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ طلاقِ بدعت بھی سنّت سے ثابت ہے۔ اگر طلاقِ بدعت بھی سنّت سے ثابت ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ اسے طلاقِ بدعت کیوں کہا جاتا ہے۔ کیوں نہیں کہا جاتا کہ ایک طہر میں تین طلاق دینا بھی سنّت ہے، بدعت نہیں ہے۔

بدعت بھی کہتے ہیں اور اسے سنّت سے ثابت کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ یہ کیسا تضاد ہے!

متقدمینِ احناف نے اِس تیسری قسم کی طلاق کو بدعت کہا کیونکہ وہ جانتے تھے اور تسلیم کرتے تھے کہ طلاق کی یہ قسم سنّت سے ثابت نہیں لیکن متاخرین احناف اپنے بزرگوں کو جھٹلا رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح اسے سنّت سے ثابت کر دیں۔

متقدمین کے نزدیک تو کوئی ایسی حدیث نہیں تھی جس سے وہ اس طلاق کو ثابت کرتے لیکن متاخرین احادیث کو توڑ مروڑ کر اس طلاق کو ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ کوشش بے سود ہے۔

ایک طہر میں تین طلاق کی حیثیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ میں ایک طہر کی تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَـهْـدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَـكْـرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُـمَـرَ طَـلَاقُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، ابو بکرؓ کے زمانہ میں اور عمرؓ کی خلافت کے (ابتدائی) دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک

الثَّلٰثِ وَاحِدَۃً (صحیح مسلم کتاب الطلاق جزء اول ص۶۲۹)　　سمجھا جاتا تھا۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کا قانون۔ اللہ تعالےٰ کا قانون دائمی اور قیامت تک کے لئے ہے۔ کوئی بھی نہ اس میں کمی بیشی کا اختیار رکھتا ہے اور نہ اس کو تبدیل کرنے کا۔ اگر کوئی تبدیلی ہوتی تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتی۔ بعد میں تبدیلی ناممکن اور صریح کفر ہے۔ کسی کو اختیار نہیں کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کو منسوخ کر دے اور اپنے حکم یا رائے کو نافذ کر دے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں تین شمار ہوتی تھیں صحیح مسلم کی مندرجہ بالا حدیث میں اس کی کھلی تردید ہے۔ الغرض طلاق کے سلسلہ میں قوانینِ الٰہیہ مندرجہ ذیل ہیں :-

① تین طلاقیں تین طہر میں ہونی چاہئیں اور

② ایک طہر کی تین طلاقیں ایک شمار ہونی چاہئیں۔ حضرت عمرؓ نے انہی قوانین الٰہیہ کی حفاظت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک طہر میں تین طلاق دینے کے واقعات شاذونادر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایک شخص نے ایسا کیا تھا تو آپ سخت ناراض ہوئے تھے۔

محمود بن لبید رضؓ کہتے ہیں :-

اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ ثَلٰثَ تَطْلِیْقَاتٍ جَمِیْعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ اَیُلْعَبُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے متعلق خبر دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی کو اکھٹی تین طلاقیں دی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا

بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ اَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ (نسائی کتاب الطلاق باب الثلٰث المجموعۃ جزء ۲ ص۸۲)
کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے حالانکہ ابھی میں تم میں موجود ہوں۔

نوٹ :- یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ محمود بن لبیدؓ بقول امام بخاری صحابی ہیں (تہذیب) مولوی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی حنفی نسائیؒ میں بین السطور لکھتے ہیں : لَهٗ صُحْبَةٌ عَلَى الْاَصَحِّ ۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ محمود صحابی ہیں (نسائی مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دہلی ص۸۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت میں تین طلاقیں دینا اللہ تعالیٰ کے قانون کے ساتھ مذاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی طلاق پر سخت غضبناک ہوئے تھے۔ تعجب ہے پھر بھی یہ طلاق جاری ہے اور تسلیم کی جاتی ہے۔ کیا تسلیم کرنے والے اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں ڈرتے۔

جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نادر الوجود تھی، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کثیر الوجود ہو گئی۔ حضرت ابن عباسؓ صحیح مسلم کی مندرجہ بالا حدیث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :-

تَتَابَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ (صحیح مسلم)
لوگ اس قسم کی طلاق لگاتار دینے لگے۔

یعنی ایک مجلس میں تین طلاق مسلسل دینے لگے۔ ظاہر ہے کہ نسائی کی مذکورۂ بالا حدیث کی روشنی میں، یہ کام اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ساتھ مذاق تھا۔ اس مذاق کی یقیناً کوئی سزا ہونی چاہیئے تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان کی اس طلاق ہی کو ان پر نافذ کر کے ان کو ایسی سزا دی کہ آئندہ پھر کسی کو اس قسم کی طلاق دینے کی جرأت نہ ہو سکے اور اگر جرأت کرے تو بیوی سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائے۔ حضرت ابن عباس صحیح مسلم کے متن کے تسلسل میں فرماتے ہیں :-

فَاَجَازَہٗ عَلَیْھِمْ (صحیح مسلم) (جب لوگ لگاتار ایسی طلاق دینے لگے) تو حضرت عمر رض نے ان کی اس قسم کی طلاق کو ان پر نافذ کر دیا۔

اس سلسلہ میں خود حضرت عمر رض فرماتے ہیں :-

اِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِیْ اَمْرٍ قَدْ کَانَتْ لَھُمْ فِیْہِ اَنَاۃٌ فَلَوْ اَمْضَیْنَاہُ عَلَیْھِمْ (صحیح مسلم) جس چیز میں لوگوں کے لئے تاخیر رکھی گئی تھی اس کام میں وہ عجلت کرنے لگے ہیں (یعنی تین طلاق کے لئے تین طہر کی تاخیر رکھی گئی تھی انہوں نے عجلت کی اور ایک طہر میں تین طلاق دینے لگے) تو کیوں نہ ہم ان کی اس طلاق کو ان پر نافذ کر دیں۔

حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں :-

فَاَمْضَاہُ عَلَیْھِمْ (صحیح مسلم) پھر حضرت عمر رض نے اس قسم کی طلاق کو ان پر نافذ کر دیا۔

اَمْضَا کا مصدر اِمْضَاءٌ ہے۔ اِمْضَاءٌ میں سزا کا مفہوم پایا جاتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے طلاق کے سلسلہ میں جو خلاف ورزی ہو رہی تھی کہ مذاقاً تین طلاق دیتے تھے اس کے سدباب کے لئے بطور سزا اس طلاق کو ان پر نافذ کر دیا۔ اگر حضرت عمر رض ایسی طلاق پر سزا نہ دیتے تو لوگ مذاقاً اکھٹی تین طلاق دیتے رہتے اور پھر ان کو ایک مان لیا کرتے۔ اکھٹی تین طلاق سے وہ کس طرح باز آسکتے تھے جبکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا ایسا کرنے سے کچھ نہیں بگڑے گا وہ اس کو ایک طلاق شمار کرلیں گے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ میاں بیوی کو جدائی کی سزا نہ دیتے تو مذاق کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔

الغرض لوگوں نے ایک مجلس میں تین طلاق دینے کو ایک مشغلہ بنا رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے قوانینِ الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے کے لئے قانون نہیں بدلا اور وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے قانوناً نہیں بلکہ بطورِ سزا کے طلاق کو ان پر نافذ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے قانون کی جس خلاف ورزی پر سزا دی افسوس کہ مقلدّین نے اس خلاف ورزی ہی کو قانون بنا لیا۔

مقلدین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں بھی ایک طہر میں دی ہوئی تین طلاقیں قانوناً بھی تین سمجھی جاتی تھیں تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے پھر کس چیز کو نافذ کیا۔ قانوناً تو بقول مقلدین کے ایک طہر کی تین طلاقیں پہلے بھی تین سمجھی جاتی تھیں تو آخر وہ کیا چیز تھی جس کو حضرت عمرؓ نافذ کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ کوئی نئی چیز تھی۔ قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی پر کوئی سزا پہلے سے مقرر نہیں تھی حضرت عمرؓ نے نافذ کی۔ اگر شوہر اور بیوی قانوناً ہی علیحدہ ہو جاتے تھے تو پھر بطورِ سزا کے ان کو علیحدہ کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ یہی سزا تھی جس پر سب نے اتفاق کر لیا یعنی انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ قانونِ الٰہی کے ساتھ مذاق کرنے والوں کو ایسی ہی سزا ملنی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ انہوں نے اس تبدیلی کو بطور قانون مان لینے پر اتفاق کر لیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے قانون کو اس کے بندے منسوخ کر دیں اور سب اس کو تسلیم کر لیں۔

جب ایک طہر کی تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں تو آخر قانون کی خلاف ورزی کرنے والے ایسا کرتے ہی کیوں تھے۔ وہ تین طلاق کیوں دیتے تھے جبکہ وہ بھی جانتے تھے کہ تین شمار تو نہیں ہوں گی لیکن مذاقاً کہہ دینے میں حرج کیا ہے۔ یہی وہ مذاق تھا جس کو روکنے کے لئے حضرت عمرؓ نے سزا نافذ کی اور ان کو اس قانون کی طرف مجبور کر دیا جس میں

تین طلاقیں تین طہر میں دی جانی چاہئیں۔

آجکل جو لوگ ایک طہر میں تین طلاقیں دیتے ہیں وہ قانون کی خلاف ورزی قصداً اور مذاقاً نہیں کرتے۔ وہ تو لاعلمی میں ایسا کرتے ہیں تو آخر ان کو کس بات کی سزا دی جارہی ہے کہ ان کو بیویوں سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی سزا تو اس صورت میں ہے جب مذاقاً اور کثرت سے ایسا ہونے لگے۔

اشکالات

پہلا اشکال | عویمرؓ نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور تین طلاقیں دیں۔

جواب | یہ لعان کا واقعہ ہے نہ کہ طلاق کا۔ عویمرؓ نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور تین طلاقیں دی تھیں یقلدین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر تین کو ایک کیوں نہ شمار کیا یا تین طلاقیں دینے پر ناراضگی کا اظہار کیوں نہ کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ لعان تو شرعاً جدائی ہی کے لئے ہوتا ہے لہذا لعان کی صورت میں تین طلاقیں بیک وقت دینا گویا جدائی کے عمل ہی کو سہارا دینا ہے۔ لعان میں شریعت کو جدائی مطلوب ہے لہٰذا تین طلاقیں مطلوب کی تائید میں ہیں نہ کہ مخالفت میں۔ یہی وجہ ہے کہ ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا۔

لعان میں تین کو ایک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تین اور ایک کے نتائج میں کوئی فرق نہیں۔ تین کو ایک کرانے کا مقصد رجوع یا دوبارہ نکاح ہوتا ہے لیکن یہ صورت لعان میں متصور نہیں اس لئے کہ کوئی شوہر بدکار عورت سے نہ رجوع کرتا ہے اور نہ دوبارہ نکاح کرتا ہے۔ لعان کو طلاق پر چسپاں کرنا صحیح نہیں۔ اگر لعان کرنے والا طلاق نہ بھی دے تو لعان کا مقصد ہی تفریق ہے۔ تفریق بہر حال ہوگی۔ قاضی دونوں میں تفریق

کرا دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں :-

لَا عَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ رَجُلٍ وَّامْرَأَۃٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَفَرَّقَ بَیْنَھُمَا (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب التفریق بَیْنَ المتلاعنین جزء ۲ صفحہ ۸۰۲)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد اور ایک انصاری عورت کے مابین لعان کرایا اور (پھر) ان دونوں میں تفریق کرا دی.

دوسرا اشکال حدیث میں ہے کہ رکانہ رضؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کر دیا۔ مقلدین محض ضد کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ صحیح حدیث وہ ہے جس میں ہے کہ رکانہ رضؓ نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتّہ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک قرار دیا۔ مقلدین کی پیش کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

طَلَّقَ امْرَأَتَہُ الْبَتَّۃَ فَجَعَلَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاحِدَۃً (ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتّۃ جزء اول صفحہ ۳۰۶)	رکانہ رضؓ نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتّہ دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک قرار دیا۔

رکانہؓ کی مندرجہ بالا حدیث مندرجہ ذیل تجزیہ کی روشنی میں ہماری تائید کرتی ہے نہ کہ احناف کی۔ احناف کا اس حدیث کو پیش کرنا کسی حالت میں ان کے لئے مفید نہیں۔

پہلا جواب مقلدین لفظ اَلْبَتَّۃَ سے استدلال کرتے ہیں اور اس لفظ سے وہ ایک طلاق مراد لیتے ہیں۔ اَلْبَتَّۃَ کا مصدر "بَتٌّ" ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ رجوع یا دوبارہ نکاح کی جڑ کاٹنے والی طلاق تو تیسری طلاق ہوتی ہے۔ ایک طلاق تو رجعی ہوتی ہے۔ اس سے رجوع یا دوبارہ نکاح کی جڑ نہیں کٹتی۔ رکانہ رضؓ نے کاٹنے

والی طلاق دی یعنی تین طلاقیں دیں ۔

دوسرا جواب حدیث کا متن بتا رہا ہے کہ رکانہ رضؓ نے تین طلاقیں دی تھیں ۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ آپ نے ان کو ایک کر دیا ۔ تین کو تو ایک کیا جا سکتا ہے لیکن ایک کو ایک کرنا مہمل ہے لہذا صحیح یہی ہے کہ اَلْبَتَّۃَ کے معنی تین ہی کے ہیں نہ کہ ایک کے ۔

تیسرا جواب ہم اس سلسلہ میں ایک حنفی عالم کو بطور گواہ پیش کرتے ہیں ۔ وہ حنفی عالم اَلْبَتَّۃَ کی تشریح کرتے ہوئے بین السطور لکھتے ہیں :۔ ”اَلْمُرَادُ بِہِ التَّطْلِیْقَاتُ الثَّلَاثُ“ یعنی اَلْبَتَّۃَ سے مراد تین طلاقیں ہیں (ابوداؤد جلد اوّل صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

چوتھا جواب صحیح مسلم کی حدیث جو پہلے (صـ۵ پر) نقل ہو چکی ہے بالکل صحیح ہے لہذا رکانہ رضؓ کی حدیث کے معنٰی وہی کرنے ہوں گے جو صحیح حدیث میں ہیں ۔ احناف کا رکانہ رضؓ کی حدیث کے وہ معنٰی کرنا جو صحیح مسلم کی حدیث کے خلاف ہو باطل ہے ۔

تیسرا اشکال احناف کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی (جواہر الفتاوٰی جلد ۲ صـ۵۱۴ ، صـ۵۱۶)

اس سلسلہ میں ہم سوال کرتے ہیں کہ اس اجماع سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ میں کیا ہوتا رہا تھا ۔ ظاہر ہے کہ کچھ اور ہی ہوتا رہا تھا ۔ کیا اب اس پر عمل کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ۔

مزید برآں ہمیں یہ بھی بتایا جائے کہ صحابہ کرام کا اجماع حدیث کی کس کتاب میں باسند مروی ہے اور اس کی سند کیسی ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اجماع کا دعوٰی بالکل بے سند ہے ۔ اس کا کوئی ثبوت

نہیں ۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہ کرام کی مجلس مذاکرہ کا ذکر نہیں ملتا ۔ وہ کونسی حدیث تھی جس کی بناء پر صحابہ کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی ۔ ناسخ حدیث کسی نے پیش نہیں کی اور آج تک وہ حدیث لاپتہ ہے ۔ اگر ناسخ حدیث نہیں تھی تو کیا صحابہ کرام نے قانونِ الٰہی کو خود ہی منسوخ کر دیا ۔ کیا یہ چیز شرعاً جائز ہے ۔

اگر اس طلاق پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تو پھر اس قسم کی طلاق کو طلاق بدعت کیوں کہا جاتا ہے ۔ مقلدین کے کہنے کے مطابق اگر یہ طلاق حدیث سے بھی ثابت ہے اور اجماع صحابہ سے بھی تو پھر اسے طلاق سنت کیوں نہیں کہتے ؟

چوتھا اشکال بعض صحابیوں سے ایسی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تین طلاقوں کو تین شمار کرتے تھے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض محال ایسی کوئی روایت ہو بھی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں حجت نہیں ۔

پانچواں اشکال صحیح مسلم کی حدیث جو ص ۷۱۴ پر درج کی گئی ہے سند و متن کے اعتبار سے مضطرب ہے ۔

یہ بات قطعاً غلط ہے ۔ سند بالکل صحیح ہے ۔ صحیح مسلم کی کسی سند میں عن ابن الجوزاء عن ابن عباس نہیں ہے جیسا کہ مفتی عبدالسلام صاحب نے لکھا ہے (جواہر الفتاویٰ جلد دوم ص ۵۱۲)

صحیح مسلم کی تمام سندوں میں ثلاث کا لفظ ہے لہٰذا متن قطعاً مضطرب نہیں ۔ اگر ثلاث تطلیقات یا البتۃ کے الفاظ مروی بھی ہوں تو بھی متن مضطرب نہیں ہوگا اس لئے کہ ان سب الفاظ کے معنی یکساں ہیں ۔

اپنے مذہب کی خاطر صحیح مسلم کی حدیث پر کلام کرنا بہت بڑی جرأت ہے خصوصًا ایسی صورت میں کہ صحیح مسلم کی احادیث کی صحت پر اجماع ہو۔ امام مسلم فرماتے ہیں :۔

لَيْسَ كُلَّ شَيْءٍ عِنْدِي صَحِيحٌ وَضَعْتُهُ هٰهُنَا إِنَّمَا وَضَعْتُ هٰهُنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰة باب التشهد فی الصلوٰة)

ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہو میں اپنی صحیح میں نہیں لکھتا، اپنی صحیح میں تو میں صرف وہ حدیثیں لکھتا ہوں جن کی صحت پر اجماع ہے۔

علماء مقلّدین سے گذارش :۔

اللہ تعالےٰ کا دین آسان ہے۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی آسانیوں سے عوام کو محروم نہ کیجئے۔ ان کو مصیبت میں نہ ڈالئے۔ صحیح مسلم کی حدیث کو نہ چھپایئے اور نہ اپنے مذہب کی خاطر اس کی تاویل کیجئے۔ میدانِ محشر میں مذہب کے متعلق سوال نہیں ہوگا، دینِ اسلام کے متعلق سوال ہوگا۔

عوام الناس سے گذارش

اے لوگو، اگر آپ فرقہ وارانہ مذاہب ومسالک کے خودساختہ مسائل سے بیزار ہیں تو ہم آپ کو جماعت المسلمین کی مطبوعہ کتب ولٹریچر جن میں منزّل من اللہ شریعت کی بالادستی پیش کی گئی ہے مطالعہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یقینًا آپ کی بھی یہی خواہش ہوگی۔

جماعت المسلمین (رجسٹرڈ)